قرآن وسنت کا باہمی تعلق

فضیلۃ الشیخ علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
ترجمہ: ابو محمد عبد الستار الحماد

زیر نظر مضمون محدث العصر الشیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی ایک تقریر ہے جسے بعد میں "منزلۃ السنۃ فی الاسلام" کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس میں علامہ موصوف نے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ بعض ناعاقبت اندیش متجددین مستشرقین کے بہکانے میں آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے شارح ہونے کے وہ اعزاز چھیننا چاہتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے انہیں عنائیت فرمایا ہے افادہ عام کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔ وباللہ التوفیق (الحماد)

اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغام لوگوں تک پہنچانے کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا اور ان پر اپنی کتاب قرآن مجید کو اتارا جس میں دیگر احکامات کی طرح یہ حکم بھی تھا کہ اسے لوگوں کیلئے بیان فرمائیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (النحل:۴۴)
اور ہم نے اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کیلئے اتاری گئی ہے۔

ہمارے نزدیک اس بیان کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ قرآنی الفاظ اور اس کے نظم کو بیان کر کے لوگوں تک پہنچانا یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید کو آپؐ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا تھا اسے ٹھیک ٹھیک اپنی امت کے سپرد کر دیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (مائندہ ٦٧)

اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔

صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

من حدثکم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم کتم شیأً امر بتبلیغہ فقداعظم علی اللہ تعالیٰ الفریتہ۔ (اخرجہ الشیخان)

جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بعض امور کو چھپایا جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم تھا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے:

لوکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتما شیأً امر بتبلیغہ لکتم قولہ تعالیٰ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک ذوجک واتق اللہ و تخفی فی تنفسک مااللہ مبدیہ و تخشی الناس واللہُ احق اٰن تخشاہ۔ (احزاب۳۷)

یعنی آپ اگر تبلیغی امور میں سے کچھ چھپانا چاہتے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو لوگوں سے چھپاتے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اے نبی یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ "اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر" اس وقت تم دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ کھولنا چاہتا تھا تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ آپ کسی ایسے لفظ یا جملہ یا آیت کی توضیح و تشریح فرمائیں جس کی وضاحت مطلوب ہو کیونکہ قرآن مجید میں بسا اوقات ایک مجمل یا عام یا مطلق بات ہوتی ہے۔ تو سنت اس کی وضاحت کرتی ہے یعنی آپ کے

ارشادات و اعمال اور تصویب و تقریر کے ذریعے اس اجمال کی تفصیل عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن فہمی کیلئے سنت انتہائی ضروری ہے۔

فہم قرآن کے لئے سنت کی ضرورت

سنت کی اس اہمیت کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرمان باری تعالیٰ ہے۔ والسارق والسارقتہ فاقطعوا ایدھما (مائدہ۳۸) چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اس آیت کریمہ میں "السارق" اور "ایدی" کا لفظ مطلق واقع ہوا ہے جس کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔ آپؐ کی قولی سنت نے وضاحت فرمائی ہے کہ چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار یا زیادہ مالیت کی چوری کرنے پر کاٹا جائے چنانچہ حدیث میں ہے۔

لاقطع الافی ربع دینار فصاعداً (اخرجہ الشیخان)

یعنی ایک چوتھائی دینار کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے (اس زمانہ میں ۱/۴ دینار ۳ درھم کے برابر تھا ایک درہم میں تین ماشہ اور ۱۱/۵ رتی چاندی ہوتی تھی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی اور تقریری سنت سے لفظ "ایدی" کو مقید کیا گیا ہے یعنی ہاتھ کے متعلق وضاحت فرمائی کہ اسے کلائی سے کاٹنا ہے جیسا کہ کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے اور آیت تیمم میں لفظ "ایدی" یعنی ہاتھ کی تقیید اس طرح سے ہوئی ہے کہ اس سے مراد ہتھیلیاں ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فامسحوابو جوهكم وايديكم (نساء:۴۳)

پاک مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو

حدیث پاک میں تیمم کا طریقہ یوں بیان ہوا ہے:

التيمم ضربة للوجه والكفين (اخرجه الشيخان عن عمار بن ياسر رضى عنه)

یعنی تیمم کے لئے صرف ایک ہی دفعہ ہاتھ مارنا کافی ہے وہی ہاتھ چہرے پر پھیر لیا جائے اور پھر اسی کو ہتھیلیوں پر بھی پھیر لیا جائے۔

اسی اصول کی وضاحت کیلئے ہم مزید چند آیات کا حوالہ دیتے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ سنت کے ذریعے ہی قرآن کریم کو درست طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

پہلی آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الذين آمنو ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئک لهم الامن وهم مهتدون" (الانعام:۸۲)

حقیقت میں امن تو انہیں کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت میں وارد لفظ "ظلم" کو اپنے عموم پر محمول کیا جو ہر چھوٹے بڑے ظلم کو شامل ہے چنانچہ انہوں نے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا اشکال بایں الفاظ پیش کیا کہ "اینالم یلبس ایمانہ بظلم" ہم میں سے کون ہے جو اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کرتا؟ اندریں حالات امن کے حقدار کون ہیں؟ آپ نے اس کا یہ حل بیان فرمایا ہے کہ:

"لیس بذلک انما ھوالشرک الاتسمعون اِلیٰ قول لقمان ان الشرک لَظلمٌ عظیم" (اخرجہ الشیخان)
ایسا نہیں بلکہ یہاں "ظلم" سے مراد شرک ہے کیا تم حضرت لقمان کی بات نہیں سنتے وہ فرماتے ہیں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد آیت کا مفہوم واضح ہو گیا کہ جو لوگ صرف اللہ کو مانیں اور اپنے اس ماننے کو کسی مشرکانہ عقیدہ و عمل سے آلودہ نہ کریں امن صرف انہیں کے لئے ہے اور یہی راہ راست پر ہیں۔ اس وضاحت کے بعد صحابہ کرام کی غلط فہمی بھی دور ہو گئی۔

دوسری آیت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذضربتم فی الارض فلیسَ علیکم جناح ان تقصرُوا من الصلاۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا" (النساء:۱۰۱)
اور جب تم سفر کے لئے نکلو تم نماز کو قصد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضہ ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنا حالت جنگ کے ساتھ مشروط یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علہ سلم سے پوچھا کہ ہم حالت امن میں بھی قصر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ (رواہ مسلم)
(حالت امن میں قصر کی اجازت) ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشا ہے اس لئے اس کے انعام کو قبول کرو۔

تیسری آیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حرمت علیکم المیتۃ والدم ...... الخ (مائدہ۳:)

تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا ہے۔

آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ ہر قسم کا مردار اور ہر قسم کا خون حرام ہے لیکن سنت قولی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مکڑی اور مچھلی ذبح کیے بغیر استعمال کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح جگر اور تلی کا جو خون ہوتا ہے اسے کھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احلت لنا میتتان ودمان الجراد والحوت والکبد والطحال

ہمارے لئے دو مردار اور دو خون یعنی مکڑی اور مچھلی جگر اور تلی حلال کر دیے گئے ہیں۔

چوتھی آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل لا اَجِدُ فی ماأوحی الی محرما علی طاعم یطعَمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا اولحم خنزیر فانہ رجس اوفسقاً اہل لغیر اللہ بہ (الانعام ۱۴۵)

(اے پیغمبر) ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے کیلئے حرام ہو اِلّا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کی کوئی چیز جو اللہ کے سوا کسی اور نام پر ذبح کی گئی ہو۔

اس آیت کے بعد ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں کہ اس نے بے شمار ایسی اشیاء کو حرام قرار دیا ہے جن کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔

مثلاً کچلی والے تمام درندے، چنگال والے تمام پرندے اور گھریلو گدھے حرام ہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں:

کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر حرام
(اخرجہ الشیخان)

کچلی والے تمام درندے اور چنگال والے تمام پرندے حرام ہیں۔

اسی طرح غزوہ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ ورسولہ لینهیانکم عن الحمر الانسیۃ فانها رجس۔
(اخراجہ الشیخان)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کو حرام کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ سراپا خبث اور پلید ہیں۔

پانچویں آیت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق
(الاعراف:۳۲)

(اے نبی) ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا تھا اور کسی نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے لیے ہر قسم کی زینت حلال ہے جبکہ سنت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی زینت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جو مردوں کیلئے شرعاً حرام ہے چنانچہ روایات میں

ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے ایک ہاتھ میں سونا اور ایک ہاتھ میں ریشم لیا اور اپنے صحابہ کے پاس آکر فرمایا:

هذان حرام على ذكور امتى وحل لاناثها" (اخرجه الحاكم وصححه)

یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

اسی طرح دیگر بے شمار احادیث موجود ہیں جنہیں بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

مذکورہ مثالوں سے سنت کی آئینی حیثیت روز روشن کی طرح عیاں ہے جب ہم ان پر نظر ثانی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن فہمی کیلئے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھنا انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

پہلی مثال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے ظلم کو عام معصیت کے معنی پر محمول کیا حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

افضل هذا الامته وابرها قلوباً اعمقها علماً واقلها تكلفاً (مشكوٰة بحواله رذين)

اس امت کے بہترین۔ تقویٰ شعار۔ پاکباز۔ صاف دل۔ سادہ مزاج اور علم میں گہرائی اور گیرائی رکھنے والے حضرات ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین علم و عمل میں اس قدر بلند مقام رکھنے

کے باوجود اس آیت کے مفہوم کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے بلکہ انہوں نے اپنے اشکال کو نبی اکرم صلی اللہ علہ وسلم کے حضور پیش کیا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رہنمائی نہ کرتے اور اشکال کو رفع نہ فرماتے کہ ظلم سے مراد شرک ہے تو ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر) اس غلط فہمی کا شکار ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے ذریعہ ہمیں اس قسم کی غلطی سے محفوظ رکھا۔

دوسری مثال کو لیجئے اگر حدیث مذکور میں اس امر کی وضاحت نہ کی جاتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تو سفر میں بحالت امن نماز قصر کرنے کے متعلق ہم شک و شبہ میں ضرور مبتلا ہو جاتے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق نہ پوچھا ہوتا اور آپ صلی اللہ علہ وسلم کو حالت امن قصر کرتے نہ دیکھا ہوتا تو یقیناً وہ بھی شک میں رہتے جیسا کہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

تیسری مثال پر اگر غور کیجئے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی نے ہماری راہنمائی نہ کی ہوتی تو ہم مکڑی، مچھلی، جگر، تلی جیسی پاکیزہ اور حلال اشیاء کو حرام قرار دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں اس سے محفوظ رکھا۔

۱۶

چوتھی مثال پر ایک نظر ڈالیئے کہ اگر احادیث سے معاملہ صاف نہ ہوتا تو ہم کچلی والے درندوں اور چنگال والے پرندوں کو بھی حلال ٹھہرا لیتے جنہیں اللہ تعالیٰ

نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حرام ٹھہرایا ہے۔

پانچویں مثال کو دیکھئے کہ اگر احادیث نہ ہوتیں تو ہم مردوں کے لئے بھی سونے اور ریشم جیسی زینت کو حلال قرار دیتے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے مردوں پر حرام کیا ہے انہی امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بعض اسلاف مثلاً (یحیٰ بن ابی کثیر) نے کہا ہے:

السنة تقضى على الكتاب (٢)

سنت سے کتاب (کے احکام) کی حیثیت متعین ہوتی ہے۔

یہ امر انتہائی باعث افسوس ہے کہ بعض جدید مفسرین اور جدت پسند معاصرین کو قرآن فہمی کے سلسلے میں سنت کی حیثیت بہت ناگوار گذری ہے انہوں نے صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بغیر قرآن مجید سمجھنے کی کوشش کی تو راہ راست سے بھٹک گئے اور انہوں نے اس "فکر جدید" کو اپناتے ہوئے مردوں کیلئے سونے اور ریشم کی حلت اور ہر قسم کے درندوں کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ ان کے نزدیک قرآن کریم سنت کے تقید سے آزاد ہے بلکہ دور حاضر میں اہل قرآن کے نام سے ایک نیا فرقہ رونما ہوا ہے یہ لوگ سنت صحیحہ سے کسی قسم کی مدد لئے بغیر صرف اپنی آراء و خواہشات سے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے سنت کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی ناکام کوشش بھی کی ہے کہ اگر ان کی ہوائے نفس کے مطابق ہو تو اسے قابل عمل سمجھتے ہیں بصورت دیگر اسے مسترد کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قماش

زندگی کا ہر تغیّر موت کا پیغام ہے

عبد الرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

دل میں اسی کی یاد ہے، لب پر اسی کا نام ہے
اس جہانِ آب وگل میں فیض جس کا عام ہے

کشمکش ہے موت کی اب نزع کا ہنگام ہے
چند روزہ زندگی کا دیکھیے انجام ہے

جان لو ہر ایک نیکی کے لیئے انعام ہے
یاد رکھو ہر بُرائی کا بُرا انجام ہے

قول پیغمبر جو ہے اللہ کا پیغام ہے
فعل پیغمبر جو ہے وہ سر بسر الہام ہے

کاہلی کا حسرت و افسوس ہی انجام ہے
کاہل انسان کا عبث تقدیر پر الزام ہے

حکم حاکم سنتے ہی کر دیتے ہیں وہ سر کو خم
جن کے دل میں جذبۂ پابندی احکام ہے

بے ادب گستاخ ہے وہ اپنی طینت کے سبب
کل بھی وہ ناکام تھا اور آج بھی ناکام ہے

ہر نفس ہے زندگی کے اک تغیّر کا نشاں
زندگی کا ہر تغیّر موت کا پیغام ہے

قبر میں عاجز کو رکھ کر لوٹ آئیں گے سبھی
کیا وہاں پیش آئے گا دل لرزہ براندام ہے

کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا:

لاالفین احد کم متکئا علی اریکة یاتیه الامر من امری مما امرت به اونهیت و عنه فیقول لا ادری ماوجدنا فی کتاب الله اتبعناه (رواہ الترمذی) ۔

میں تم میں سے کسی شخص کو نہ پاؤں جو اپنی مسہری پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہو جب اس کے پاس میرا امر یا نہی آئے تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہم تو صرف اس حکم کے پابند ہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید میں موجود ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ماوجدنا فیه حراماً حرمناه الا انی اوتیت القرآن و مثله معه

کہتا ہے کہ ہم صرف اس کو حرام ٹھہرائیں گے جو کتاب اللہ میں حرام ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دیکھو! مجھے ایک تو قرآن دیا گیا ہے اور اس طرح کی ایک اور چیز سے بھی نوازا گیا ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں۔

الا ان ما حرم الرسول مثل ما حرم الله

خبردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ اشیاء کی بھی وہی حیثیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محرمات کی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ ایک فاضل مصنف نے قانون اور عقیدہ کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اسے تصنیف کرتے وقت صرف قرآن مجید کو سامنے رکھا ہے یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم کا سہارا لینے کی زحمت نہیں کی۔ حالانکہ ہم نے اوپر جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ قطعی طور پر یہ

فیصلہ کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ صرف قرآن مجید ہی کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن اور سنت کے مجموعے کا نام شریعت ہے جس نے صرف ایک کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہوئے دوسرے سے روگردانی کی تو یقیناً یہ ضلالت وگمراہی ہے کیونکہ ان کا آپس میں چولی دامن کا تعلق ہے اور دونوں کے باہمی امتزاج سے مستقل ایک ماخذ قرار پاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (نساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔

۲۔ فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً (نسا:٦٥)

تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔

۳۔ وما کان لمومن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً (احزاب:٣٦)

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول مقبول کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود ہی فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

۲۔ وما اتکم الرسول مخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھو (حشر:۷)
اور جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

مؤخر الذکر آیت کی مناسبت سے ہم عبداللہ بن مسعود کے واقعہ کا حوالہ دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ جب انہوں نے ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں کام کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے تو اس تقریر کو سن کر قبیلہ بنو سعد کی ام یعقوب نامی عورت ان کے پاس آئی اور کہا کہ یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے نہیں گزرا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو نے اللہ کی کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہوتا تو یہ بات تجھے اس میں ضرور مل جاتی کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

اس نے عرض کیا ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فعل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے عورت نے عرض کیا کہ اب میں سمجھ گئی ہوں۔ (متفق علیہ)

اس واقعہ سے قرآن اور حدیث کے باہمی تعلق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہمارے پیش کردہ دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان میں مہارت ناکافی ہے کیونکہ قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی سنت کا تعاون ناگزیر

ہے صحابہ کرام عربی زبان میں پوری مہارت رکھتے اور زبان کے لطائف و دقائق سے بخوبی آگاہ تھے اس وقت ان کی عربیت عامی لب و لہجہ اور عجمیت کی ملاوٹ سے صاف پاک تھی اور اس میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا نہیں ہوا تھا قرآن کریم انہیں کی زبان میں نازل ہوا لیکن وہ بعض قرآنی آیات کو اپنی زبان دانی کے سہارے سمجھنے سے قاصر رہے اور پیش آمدہ اشکال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرتے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر آئے ہیں اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے معارف و حقائق سے آگاہی اور اس سے استنباط احکام پر عبور صرف اسی انسان کو حاصل ہو سکتا ہے جو سنن و احادیث پر گہری نظر رکھتا ہو۔ اس کے برعکس جو انسان ان سے قطعاً نابلد ہے یا اس کے نزدیک یہ ذخیرہ قابل اعتماد نہیں یا اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتا وہ قرآن کریم کے اسرار و رموز سے قطعاً آشنا نہیں ہو سکتا۔ اصول تفسیر کا یہ ایک متفقہ قاعدہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر و تشریح، قرآن اور حدیث دونوں کی روشنی میں کی جائے پھر اقوال صحابہ کو دیکھا جائے۔ اس تفصیل سے ان قدیم و جدید علماء کی کجروی بھی واضح ہو جاتی ہے جنھوں نے عقائد کے باب میں سلف صالحین کے خلاف طریقہ اپنایا ہے یعنی آیات صفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و سنن کی بالادستی قبول کرنے کی بجائے محض عقل و فکر کا سہارا لیا ہے شرح عقیدہ طحاویہ میں کس قدر عمدہ بات بیان کی گئی ہے۔

وہ انسان اصول دین پر کیسے گفتگو کر سکتا ہے جو کتاب و سنت سے مستفید ہونے کے بجائے صرف اقوال رجال اور فقہی آراء پر بھروسہ کرتا ہے وہ بزعم

خویش اپنے پراگندہ خیالات کو کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہے لیکن کتاب اللہ کی تفسیر کرتے وقت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے نہیں رکھتا اور نہ ہی ان نصوص پر غور کرتا ہے جو صاحب قرآن سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال اس کے پیش نظر ہوتے ہیں جو ماہرین فن نے ثقہ راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچائے ہیں ایسا کرنے والا قرآن کریم کے صحیح مقصد کو ہرگز نہیں پاسکتا۔ سلف صالحین نے صرف قرآنی الفاظ ہی ہمیں منتقل نہیں کئے بلکہ انہوں نے اس کے معنی و مطالب بھی اپنے شیوخ سے حاصل کرکے ہم تک پہنچائے ہیں جو اس راستہ سے ہٹ کر قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے وہ یقیناً اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے فہم قرآن کے متعلق احادیث نبویہؐ اور اقوال صحابہ کو نظرانداز کرکے صرف اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والا خطاکار اور گناہ گار ہے خواہ اس کا موقف صحیح ہی کیوں نہ ہو اس کے برعکس اگر کوئی تفسیر کرتے وقت متقدمین کی طرح کتاب و سنت کو سامنے رکھتا ہے اور ان سے استفادہ کرتا ہے تو خطاکار ہونے کی صورت میں بھی اجر و ثواب کا حقدار ہے اگر اس کا بیان منشائے الہیٰ کے مطابق ہے تو اسے دو چند اجر ملے گا۔
(ص ۲۱۲ طبع چہارم)

آگے چل کر شارح فرماتے ہیں:

ہمارے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کریں اور آپ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کریں اور آپ کے اقوال کو دل و جان سے قبول کریں اور کسی قسم کا عقلی

معارضہ کئے بغیر انہیں برحق مانیں اس سلسلہ میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کا شکار نہ ہوں۔ شخصی آراء اور خود ساختہ ذہنی مفروضات کو ان پر ترجیح نہ دیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کو خضوع و خشوع اور توکل و انابت میں وحدہ لاشریک مانتے ہیں اسی طرح شرعی قوانین میں احادیث نبویہ کو آخری اتھارٹی کے طور پر تسلیم کریں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۱۷)

مختصر یہ ہے کہ قرآن اور سنت کو ملا کر ایک ماخذ قرار دیا جائے اور پھر اس پر قانون سازی کی بنیاد رکھی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ دائیں بائیں دیکھ کر رجعت قہقری کا ثبوت نہ دیں ورنہ ضلالت و گمراہی ہمارے مقدر میں لکھ دی جائے گی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ترکت فیکم امرین لن تضلو اما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض

(یہ روایت امام مالک کے بلاغات سے ہے۔ امام حکم نے مستدرک میں سند حسن سے اس روایت کو موصولاً بیان کیا ہے)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسر میری سنت ہے ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہو گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر بھی یہ دونوں اکٹھی پیش ہوں گی۔

ضروری تنبیہ

شرعی قواعد و ضوابط میں جس سنت کو اس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے اس سے مراد وہ سنت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ

ثابت ہو اور اس کے ثبوت کیلئے وہ علمی اور تحقیقی انداز اختیار کیا گیا ہو جو محدثین کے ہاں معروف ہے اس سے قطعاً وہ احادیث مراد نہیں ہیں جو ہمارے ہاں تفسیر و فقہ، ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کی کتب میں ملتی ہیں کیونکہ ان کتب میں بیشتر ضعیف، منکر بلکہ موضوع اور بے اصل احادیث موجود ہیں۔ بعض تو ایسی ہیں کہ اسلام کا ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ کتب تفسیر میں ہاروت و ماروت اور قصہ غرانیق سے متعلق احادیث ہیں۔ ہم نے اس طرح کی بے کار اور بے اصل احادیث کو کثیر تعداد میں اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے جس کا نام "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرھا السیئ فی الامۃ" ہے۔

اب تقریباً پانچ ہزار احادیث تک ان کی تعداد پہنچ چکی ہے ہم نے اس سلسلہ میں ضعیف اور موضوع احادیث کی علمی انداز میں نشاندہی کی ہے ابھی تک اس کی ایک جلد زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے آمین۔

علمائے کرام اور مفتیان عظام کے لئے ضروری ہے کہ حدیث سے دلیل لیتے وقت اس کی صحت کے متعلق خواب جانچ پڑتال کر لیا کریں کیونکہ وہ کتب فقہ جن کی طرف عام طور پر مراجعت کی جاتی ہے من گھڑت اور بے اصل احادیث سے بھری پڑی ہیں اور صحت احادیث کا ان میں التزام نہیں کیا گیا۔

حدیث معاذ کی حیثیت

قارئین کرام کو ایک مشہور حدیث کی طرف بھی متوجہ کرنا ضروری ہے جو

فقہ کی ہر کتاب میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ "حدیث معاذ" ہے جو سند کے لحاظ سے بھی کمزور اور ہمارے بیان کردہ موقف سے بھی متعارض ہے جو ہم نے قانون سازی میں کتاب و سنت کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ رکھنے کی صورت میں بیان کیا ہے بلکہ ان دونوں کو بیک وقت ایک ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ حدیث کی تفصیل یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا روانہ کرتے وقت فرمایا "بم تحکم" اے معاذؓ فیصلہ کیسے کرو گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی کتاب کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کروں گا آپؐ نے فرمایا "فان لم تجد" یعنی اگر تجھے اس میں مسئلے کا حل نہ مل سکے تو پھر کیا کرو گے عرض کیا آپؐ کی سنت مبارکہ سے راہنمائی حاصل کروں گا اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "فان لم تجد" اگر اس میں بھی نہ پاسکو تو پھر؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غور و فکر سے اجتہاد کروں گا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یحب رسوله

اس اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسا کام کرنے کی توفیق دی جو اسے پسند ہے۔

اس کی سند انتہائی کمزور ہے تفصیل کا اب موقع نہیں ہے ہم نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث رقم ۸۸۵ میں اس کی سند پر سیر حاصل بحث کی ہے سردست ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ امیر المومنین فی الحدیث الامام محمد بن

اسمعیل بخاری رَحِمَہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا۔
"حدیث منکر" یہ حدیث منکر ہے۔
اب ہم اس کے تعارض کو بیان کرتے ہیں جس کا ہم پہلے وعدہ کر آئے ہیں۔
یہ حدیث فیصلہ کرنے والے حاکم کے سامنے یہ طریق کار رکھتی ہے کہ سنت سے فیصلہ کرنے سے پہلے اس کا حل کتاب اللہ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ کتاب اللہ میں نہ ملنے کی صورت میں اپنی قوت فکر اور اجتہاد و رائے استعمال کرنے سے پہلے اس کا حل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرنا چاہیئے۔ رائے اور اجتہاد کی نسبت علمائے دین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جب تک کسی مسئلہ کا حل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو تو اجتہاد و قیاس سے احتراز کیا جائے کیونکہ یہ ایک اصولی بات ہے۔

اذا جاء الاثر بطل النظر

جب حدیث مل جائے تو نظر و فکر کی عمارت کو زمین بوس کر دیا جائے اس حد تک معاملہ قابل عمل ہے لیکن سنت کے سلسلہ میں جو راہنمائی اس حدیث سے ملتی ہے کہ قرآن مجید میں ہونے کی صورت میں حدیث کی طرف التفات نہ کیا جائے، صحیح نہیں ہے کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے اجمال کی وضاحت، اس کے عموم و اطلاق کو متعین کرتی ہے اس لئے کسی مسئلے کا حل اگر قرآن مجید میں موجود ہو تب بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھی جائے۔

ہمارے نزدیک درست یہ ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں کو ملا کر ایک